حضرت سید محمد امین منطقیؒ المعروف میر باباویسی

شبیر احمد بٹ

سید محمد امین منطقی کا نسب نامہ

میر ویسی آن شاہ شہنشاہ سریر ابتدا عارفان را پیشوا و واصلان را راہنما[۱]

حضرت محمد امین منطقیؒ سید حسین منطقی بیہقی کے فرزند تھے۔ سید حسین کے دو بیٹے تھے، سید حسن منطقیؒ اور سید محمد امین منطقیؒ۔ محمد امین منطقی میر باباویسی کے نام سے مشہور تھے چنانچہ کئی تذکرہ نویسوں نے انہیں میر باباویسی کے نام سے ہی یاد کیا ہے۔[۲]

سید حسین منطقی ایران کے بیہق علاقے کے رہنے والے تھے اور سلطان سکندر[۳] کے عہد حکومت میں ساداتوں کے ہمراہ کشمیر تشریف لائے۔ اونتی پورہ میں سکونت اختیار کی اور مزار سلاطین میں مدفون ہیں[۴]۔ روحانیت میں سید حسین انتہائی کمال کو پہنچ چکے تھے۔ سید حسین منطقی کا نسب نامہ تاریخ کبیر میں اس طرح درج ہے:۔

”سید حسین منطقی بن سید نورالدین بن سید تاج الدین بن سید احمد بن سید علی بن سید احمد کبیر بن سید جلال الدین بن سید علی بن سید جعفر بن سید محمد بن سید محمود بن سید احمد ثانی بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر بن سید امام علی نقی بن سید امام محمد تقی بن سید محمد الرضا بن سید محمد جعفر امام محمد کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین“[۵]۔

کشمیر ہجرت کرنے کی وجوہات

امیر تیمور لنگ نے جب وسط ایشیاء پر حملے کرنا شروع کئے تو بہت سارے لوگ سرزمین خراسان اور ایران سے فرار ہونا شروع ہوئے۔ ہجرت کے دوران لوگ طبقوں اور کاروانوں کی صورت میں افغانستان اور ہندوستان بھی گئے۔ سید حسین منطقی کے والد صاحب پچاس آدمیوں کا قافلہ لے کر بیہق خراسان سے کشمیر تشریف لائے۔ یہ خاندان اونتی پورہ اور اسکے نواحی علاقوں میں سکونت پذیر ہوئے۔ اس بات کو تاریخ کبیر میں اس طرح بیان کیا گیا:۔

”آپ کا اصل وطن بیہق ہے جو خراسان کی حدود میں آتا ہے۔ امیر تیمور کے غالب آجانے پر آپ نے اپنے متعلقین کے پچاس آدمیوں پر مشتمل ایک جماعت کے ساتھ ہجرت کی اور سلطان سکندر کے عہد حکومت میں اس ملک کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا اور قیام کرکے لوگوں کو فیض بخشا۔“[۶]

مورخ حسن شاہ کھویہامی بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔[۷] وہ مزید کہتے ہیں کہ ساتھیوں میں ایک ساتھی جن کا نام سید محمد کاندھامی بن سید تاج الدین بیہقی تھا کی بیٹی سے سلطان زین العابدینؒ کی شادی ہوئی جس سے اس خاندان کے رشتے حکمران طبقے کے ساتھ جڑ گئے۔ اس رشتہ داری کو یہاں کے لوگ نفرت سے دیکھتے تھے اور انہوں نے توتہ زنی کرنی شروع کر دی۔ اسی

دوران ہندوستان سے ایک فوج کشمیر پر حملہ آور ہوئی۔ بادشاہ کو بتایا گیا کہ بیہقی مجمع اُن سے ملا ہوا ہے۔ اس دوران سید حسین منطقی نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تاکہ وہ جنگ نہ کریں لیکن ہندوستانی فوج بضد رہی یہاں تک کہ انہیں خود بھی کشمیری فوج کے ساتھ ملنا پڑا اور لڑ کر انہیں پنجاب کے راستے سے کھدیڑنا پڑا۔ اسطرح سے معاملات کسی حد تک ٹھیک ہوئے لیکن کچھ مدت کے بعد توتہ زن گروہ مزید تیز ہوا اور سلطان کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس طرح سید حسین منطقی کو اہل وعیال کے ساتھ کشمیر سے ہجرت کرنی پڑی اور قصبہ چاوچہ جو کہ دہلی کے قریب واقع ہے میں سکونت اختیار کی اور وہیں سید حسین کے والد صاحب جناب سید نورالدین رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے۔ جب سلطان زین العابدین نے کشمیر میں حکومت کی صدارت سنبھالی تو انہوں نے سید حسین منطقی کو واپس بلایا٨۔ وہ پہلے خود آئے اور کچھ عرصہ بعد باقی اہل و عیال کو بھی کشمیر دعوت دی اور یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

سید محمد امین منطقی کی پیدائش

جہاں تک میر باباویسی کی تاریخ تولد کا تعلق ہے وہ کسی تاریخ سے ہمیں برآمد نہیں ہوتا البتہ یہ سلطان زین العابدین کی تخت نشینی کا زمانہ تھا۔ سید حسین منطقی کے چار چہ سے واپس آنے کے بعد کا زمانہ ہے۔ سید حسین منطقی کے تعلقات سلطان کے ساتھ استوار تھے اور انہوں نے ایک دوسرے کو با اعتبار بھی سمجھا تھا۔ سلطان زین العابدین نے بے اولاد ہونے کی بات کری اور استدا کی کہ ایک بچہ گود دیں۔ چونکہ سید محمد کاندھامی کی بیٹی سے نکاح تو کیا تھا لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اس لئے سید حسین منطقی نے اپنے نوزائد بچے کو سلطان کی جھولی میں ڈال دیا جس سے سلطان زین العابدین اور ان کی اہلیہ بہت خوش ہوئی۔ مورخوں نے اس واقعہ کو کرامتی انداز میں پیش کیا اور لکھا کہ جب بچے کے پیدا ہونے کا وقت قریب آیا تو سید حسین منطقی وہاں سے نکل گئے۔ بیوی کو تنہا چھوڑ دیا لیکن جب بچہ پیدا ہوا تو کچھ ہی مدت میں بچہ غائب ہوگیا۔ بی بی پریشان ہوگئی۔ جب شوہر گھر واپس تشریف لائے تو بیوی نے مسئلہ پیش کیا۔ سید حسین نے کہا کہ میں نے اس بچے کو گود دے دیا۔ جب ماں بچے سے ملنے گئی تو بچے کو پہچان گئی اور بہت زیادہ خوش ہوئی۔٩ تاریخ ہادی میں یہ الفاظ درج ہیں۔ ”حضرت سید نے سر مبارک نیچے کر کے مراقبہ کیا تو دیکھا کہ اسی وقت آپ کی اہلیہ کو ایک بچہ تولد ہوا۔ پس آپ نے اسی وقت بیٹے کو آستین میں کر لیا اور مراقبہ سے سر اٹھایا۔ بیٹے کو آستین سے باہر کھینچ کر بادشاہ کو عنایت کیا۔“١٠

خواجہ محمد اعظم دیدمری کا کہنا ہے کہ سلطان زین العابدین بچے کے اوصاف حمیدہ دیکھ کر متاثر ہوئے اور عنایت کرنے کی درخواست کی۔ المختصر سید حسین منطقی نے اپنی مرضی سے اپنے بچے کا نام سید محمد امین منطقی رکھا اور سلطان زین العابدین نے ان کی بہترین تربیت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

تعلیم وتربیت

جہاں تک سید محمد امین منطقی کی تعلیم و تربیت کا تعلق ہے اس بارے میں اکثر مصنفین کا ماننا ہے کہ انکے اخلاق اعلیٰ تھے۔

نگارم اگر جود اعطاف او

نگنجد بصد دفتر اوصاف او[11]

انہوں نے ظاہری و باطنی علوم سیکھ لئے تھے۔ ظاہر سی بات ہے کہ اپنے والدین سے بھی کسب فیض حاصل کیا البتہ جن دو بزرگوں کا نام لیا گیا ہے ان میں ایک حاجی بابا ادھم [12] ہیں۔ حسن شاہ کھویہامی لکھتے ہیں: "از خدمت باباحاجی باکتاب علوم عقلیہ و نقلی فائز گشت وازاقران دوران گوی سبقت برد۔"[13] حاجی بابا ادہم کی خدمت میں رہ کر علوم عقلی اور نقلیہ حاصل کئے اور اپنے معاصرین میں سبقت حاصل کر لی۔[14] دوسری شخصیت جنہوں نے انہیں خاص روحانی تربیت کی ہلال نقشبندی [15] ہیں۔ انہوں نے آپ کو سلوک کے مراحل حاصل کرنے میں رہبری کی اور آپ شہود کے مقام پر پہنچ گئے۔ آپ نے اشم گاؤں میں زندگی کا کافی عرصہ گزارا اور خلوت میں ریاضت میں مشغول ہوئے۔ سلطان نے یہاں ایک خانقاہ بھی تعمیر کی جہاں محمد امین منطقی عبادت کرتے تھے۔

مشغلِ زندگی

چونکہ بیان کیا گیا ہے کہ محمد امین منطقی نے دینی تعلیم حاصل کی اور درس و تدریس کو اپنا مشغلہ بنایا۔ اسکے علاوہ ریاضت میں بھی مشغول رہا کرتے تھے چونکہ آپ کے والد صاحب سلطان زین العابدین کی خدمت میں کام کرتے تھے اس لئے آپ بھی کبھی کبھی اُن کے دربار میں جایا کرتے تھے۔ ان کے احکام کی بجا آوری کرتے تھے۔ سلطان زین العابدین اُن کی فراست سے کافی متاثر تھے اور انہیں احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ رفتہ رفتہ محمد امین منطقی کی طبیعت کلی طور پر روحانیت کی جانب مایل ہو گئی اور دنیاوی معاملات اور رسومات سے دوری اختیار کرنے لگے۔ وہ ایک پرہیزگار اور متقی شخص تھے۔ انہوں نے دین کا گہرا علم حاصل کیا اور آخرت کی فکر میں ہمیشہ رہا کرتے تھے۔ اشم گاؤں میں زین العابدین کی اعانت سے ایک خانقاہ بنوائی جہاں وہ تعلیم و تربیت دیتے تھے اور مریدوں کی اصلاح کرتے تھے[16]۔ سلطان زین العابدین نے چونکہ محمد امین منطقی کو گود لیا تھا۔ وہ امور سلطنت ان کے حوالے کرنا چاہتے تھے لیکن کشمیر میں سیدوں کے ساتھ برا سلوک روا رکھا جا رہا تھا۔ طوطہ زنی کی وجہ سے انہوں نے اس امر کا جواب نفی میں دے دیا اور خود کو فتنوں سے دور رکھنا ہی مناسب سمجھا۔ چنانچہ عبد القادر سروری لکھتے ہیں:۔

"وہ چاہتا تھا کہ ان کی تربیت کر کے انہیں نظم و نسق کے کام میں لگائے لیکن بابا میر اویسی نے اسے پسند نہیں کیا اور کوہ ماران کے پہلو میں ایک باغ بنوا کر اس میں گوشہ نشینی اختیار کی اور یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔"[17]

مورخ حسن شاہ کھویہامی بھی اس بات کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے میر واری میں عزلت نشینی کی اور کافی عرصہ وہاں گزارا۔ زندگی کے آخری ایام میں اپنے والد صاحب کے دولت خانہ کے متصل ایک آشیانہ بنایا جہاں عمر کا آخری حصہ گزارا۔ آپ ہمیشہ معرفت الٰہی اور ذکر مولیٰ میں اپنے اوقات بسر کر رہے تھے۔

کشف و کرامات

تذکروں میں جناب محمد امین منطقی کے بارے میں کشف و کرامات کا بھی ذکر ملتا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کا تولد ہونا اور پھر زین العابدین کو عطا کرنا، بطور ایک کرامات کے پیش کیا گیا ہے۔ دوسرا واقعہ یہ کہ جب وہ حجرے میں بیٹھے تھے تو خادم کبھی مریدوں کو حجرے میں جانے دیتا تھا اور کبھی نہیں جانے دیتا تھا۔ یہ بات بھی ایک معمہ ہے کہ وہ اندر کس حالت میں ہوتا تھا۔ تیسری بات یہ کہ وہ غیر شرعی کاموں کو انجام دینے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ انکی طبیعت کافی تند اور تیز ہو جاتی تھی۔ ایک واقعے میں جب زین العابدین جھیل ولر کے ساحل پر زین لنگ[۱۷] کی تعمیر مکمل ہونے پر جشن منعقد کر رہے تھے اور سرود و رقص کی محفل منعقد کی تھی۔ حضرت محمد امین منطقی کی غیرت جاگ اُٹھی اور چونکہ بادشاہ کے سامنے اپنی اواز اونچی نہیں کر سکتا تھا اس لئے انہوں نے خود کو دریا برد کیا جس سے سارا مجمع مضطرب ہو گیا۔ جشن بند ہوا اور کچھ غوطہ خوروں نے جھیل میں لاش تاش کرنی شروع کی لیکن کافی کوشش کے بعد اشم گاؤں میں دریا کے کنارے درخت کے سائے میں محمد امین منطقی کو اپنا خرقہ سی رہے پایا۔ یہ منظر دیکھ کر سارے لوگ حیران ہو گئے۔[۱۸] یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ انہوں نے ساری زندگی شادی نہیں کی اور مجرد ہی اپنی زندگی گذاری۔

وفات

جہاں تک محمد امین منطقی کے وفات کا تعلق ہے یہ بھی ایک سیاسی کشمکش کا نتیجہ تھا۔ سیدوں کا علم سے گہرا شغف تھا اور علم کی بدولت ہی وہ مسندوں کے قریب رہا کرتے تھے۔ میر بابا ویسی کے والد صاحب زین العابدین کی بارگاہ سے منسلک تھے اور محمد امین منطقی بھی قرابت داروں میں سے تھے۔ تاریخ کبیر میں درج ہے کہ تازی بٹ اور ملک احمد یتو وغیرہ جیسے امراء اور وزراء کے دلوں میں سادات کے خلاف کینہ اور عداوت موجود تھا۔ اس لئے سلطان کا اس خاندان کا معتقد ہونا اور سید حسین بیہقی کے منصب وزارت پر برقرار رہنے کی وجہ سے اس سرکش اور باغی گروہ نے حضرت امیر اور ان کے چودہ رشتہ داروں کو خلوت خانے میں شہید کر دیا۔ ملا احمد بن عبد الصبور کشمیری اپنی کتاب تاریخ ہادی میں لکھتے ہیں کہ انہیں عالی کدل کے مقبرہ جو کہ جھیل ولر کے کنارے واقع ہے دفن کیا گیا۔ تاریخ وفات "شہید کشمیر" سے نکالا گیا۔ اسکے علاوہ "مخدوم واصلین" سے بھی تاریخ وفات بر آمد ہوتی ہے۔ یہ شعر ملاحظہ کریں۔

رفت از جہان فانی بیرون چو میر ویسی

گفتند سال وصلش "مخدوم واصلین" بود سنہ ۹۸۸ھ

مزید وضاحت دیتے ہوئے حسن شاہ کھویہامی لکھتے ہیں کہ جب محمد امین منطقی زخمی حالت میں تھے کیونکہ انہیں مضروب کیا گیا تھا، وہ کوشش کرتے کرتے اٹھے اور دیوار پر دو رباعیاں لکھیں۔ ملاحظہ کریں۔

منم آن رند جہان گرد مسیحا نفسی که من این ہر دو جہان را نہ شمارم بہ خسی

اگر از عشق توام سر برود گو برود که من این راز نہان تو نگویم بہ کسی

☆

من فارغم از مصلحت روزگار می دان یقین که کشتن من بود بیگناہ

اکنون بیا و شعر بخوان بر مزار من تا روی ظالمان ستمگر شود سیاہ19

اسطرح سے انکی وفات ایک حادثے سے ہوئی اور شہادت انکے نصیب ہوئی۔

کلام میر ویسی

جہاں تک محمد امین منطقی کے شعری کلام کا تعلق ہے ہمیں چند ایک ترجیع بند دستیاب ہوئے جو کہ شمس الدین احمد نے کتاب درس فارسی میں درج کئے ہیں۔ انہی ترجیع بندوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم کچھ باتیں یہاں کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

پہلا ترجیع بند جو کہ یہاں ذیل میں ترجمہ کے ساتھ درج کرتا ہوں سے چند اہم باتوں کا خلاصہ ہوتا ہے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ میر ویسی مجذوبیت کی جانب مائل تھے شاید یہی وجہ ہے کہ انہیں میر ویسی مجذوب کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ ایک سالک تھے اور عشق کے راستے میں صرف عاشقوں کو اپنا ہمراز اور ہمدم سمجھتا ہے۔ وہ عشق کے مختلف منازل کو طے کر چکا تھا اور دوران سفر انہوں نے کافی مشکلات کا سامنا کیا تھا۔ انہوں نے لوگوں سے توقع رکھنا ترک کیا تھا اور مقام بے نیازی کی جانب مائل تھے۔ وہ اپنی زندگی کو پہاڑوں اور بیابانوں میں ذکر و اذکار میں بسر کرتے تھے اور اس بات کو وہ ہر چیز پر ترجیع دیتے تھے۔

ترجیع بند اول

عاشقان ہمتی کہ کردم ساز رخت بربستم از مقام نیاز

عارفان رحمتی ز راہ کرم کہ ندارم بجز شما ہمراز

واصلان جذبہ ز عین رضا تا شوم با شما دمی دمساز

حاضران التماس تکبیری　　　　که ره سخت و منزل است دراز

راه صدق و صفا گرفتم پیش　　　　میل مهر و وفا نمودم باز

از مخالف همی کنم آهنگ　　　　تا رسم با نواز راه حجاز

همچو شمعی ز جمع دلداران　　　　می روم با هزار سوز و گداز

مرکبم همت است و عشق دلیل　　　　همرهم آه و ناله ام دمساز

بار هجران و کار درد و فراق　　　　کار خون خوردنم نشیب و فراز

خاک پای شمایم ای رندان　　　　چون که گردید با من این آغاز

شمه میکنم به بند اخیر　　　　از مقامات خویشتن ابراز

حالیا چون طریق در پیش است　　　　کردم اطناب قصه را ایجاز

چونکه این منزل اقامت نیست　　　　گوئیا می کنم همین آواز

بعد ازین ویس ترک گفت و شنود　　　　کنج و کوه و عبادت معبود

۱۔ اے عاشق لوگو (عاشقوں) میں نے جس ہمت کا مظاہرہ کیا ہے۔ میں نے مقام نیاز سے اپنا رخت سفر باندھ لیا ہے۔

۲۔ اے عارف لوگو مجھ پر رحم کرو کیونکہ میرا تمہارے سوا کوئی دوسرا راز دار نہیں ہے۔

۳۔ اے واصل لوگو میں اپنے جذبۂ جوش اور رضامندی سے آیا ہوں تاکہ میں تمہارے ساتھ ایک لمحے کیلئے دمساز ہو جاؤں۔ یعنی آپ کے ساتھ ہم کلام ہو جاؤں۔

۴۔ اے حاضران (حاضر لوگو) میں تمہیں تکبیر خوانی یعنی اللہ اکبر کہنے کی درخواست کرتا ہوں کیونکہ مجھے آگے سخت اور لمبا راستہ یعنی منزل طے کرنی ہے۔

۵۔ میں نے صدق و صفا کا راستہ اختیار کیا ہے۔ میں نے محبت اور وفاداری کا دروازہ پھر سے کھول دیا ہے۔

۶۔ میں اپنے مخالف کے ساتھ چل رہا ہوں تاکہ میں ایک ساتھی کے ساتھ حجاز (مکہ) پہنچ جاؤں۔

۷۔ دلدار لوگوں کے مجمع میں سے ایک شمع کی طرح ہزاروں سوز و گداز کے ساتھ چلا جاؤں۔

۸۔ مرکب (یعنی توشہ زندگی) میری ہمت ہے اور میرا عشق میری دلیل ہے۔ میں آہ و فریاد کے ساتھ دمساز ہوں یعنی اسی کے سہارے جی رہا ہوں۔

۹۔ جدائی کا بوجھ اٹھانا، درد فراق سہنا اور نشیب و فراز میں خون پینا میرا کام بن چکا ہے۔

۱۰۔ اے رندو میں تمہارے پاؤں کی دھول ہوں کیونکہ اسی کے ساتھ میرے سفر کا اعاز ہوا ہے۔

۱۱۔ میں بہت کم بولتا ہوں۔ آخری بند میں اپنے مقامات کے بارے میں بہت کم بولتا ہوں.

۱۲۔ فی الحال چونکہ یہ طریقہ مجھے در پیش ہے میں نے قصے کے طنابوں (رسیوں) کو نیا کر دیا ہے۔

۱۳۔ چونکہ یہ منزل اقامت یعنی ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے تو گویا میں جیسے اسی قسم کی آواز دیتا ہوں۔

۱۴۔ اے ویس! اسکے بعد تم گفت و شنید ترک کر دو اور پہاڑوں کے گوشوں کو اپنے معبود کی عبادت کیلئے اختیار کرو۔

اگلے ترجیع بند میں وہ حافظ شیرازیؔ اور مولانا رومیؒ کے فلسفے کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ حافظ شیرازی بھی اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ وہ در حقیقت اس دنیا کی مخلوق نہیں ہیں۔ وہ عالم دیگر کے پرندے ہیں جنہیں یہاں اس دنیا میں عارضی طور لایا گیا اور یہاں اسے سکون میسر نہیں۔ وہ اس دالگہ میں پھنس چکے ہیں جبکہ وہ عشق کا بندہ ہے اور دونوں جہانوں کے قید و بند سے آزاد رہنا پسند کرتے ہیں۔ یہاں جتنا وہ عشق کے مراحل طے کرنے میں لگ جاتے ہیں وہیں انہیں غم بار بار دستک دیتے رہتے ہیں۔

فاش می گویم واز گفتہ خود دلشادم	بندۂ عشقم واز ہر دو جہان آزادم
طائر گلشن قدسم چہ دہم شرح فراق	کہ درین دالگہ حادثہ چون افتادم
من ملک بودم وفردوس برین جایم بود	آدم آورد دراین دیر خراب آبادم
تاشدم حلقہ بگوش در میخانۂ عشق	ہر دم آید غمی از تو بمبارکبادم ۲۰

انسان ہمیشہ نئی نئی چیزوں کی تلاش میں رہتا ہے اور آسائشوں کا متلاشی ہے۔ جبکہ آسائشوں کے بدلے اسے غم اور پریشانیاں گھیر لیتی ہیں اور وہ انہی میں الجھ کے رہ جاتا ہے۔ یہ اسی کی استطاعت ہے کہ وہ عشق کا یہ بوجھ پریشانیوں کے ساتھ ساتھ اٹھاتا ہے کیونکہ اسے اسی لئے اس کام کیلئے انتخاب کیا گیا ہے۔ جبکہ اس کا مقام ان المتقین فی مقام امین ہے (سورہ دخان آیت ۵۰)

آسمان بار امانت نتوانست کشید　　　　　قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۲۱؎

مولانا رومیؒ بھی اپنی مثنوی کا آغاز اسی فلسفے سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان کو نیستان کے کاٹ دیا گیا ہے اور یہاں یہ بانسری کی صورت میں اپنے عشق کو بیان کرتا ہے اور اپنی دوری اور مجبوری کی تکلیف کو داستان کی صورت میں سرعام کرتا ہے۔ جو کوئی اپنی اصل سے دور ہو جاتا ہے وہی اپنے اصل سے ملنے کا خواہش مند رہتا ہے۔

۔بشنو از نے چون حکایت می کند　　　　　از جدائی ہا شکایت می کند

کز نیستان تا مرا ببریدہ اند　　　　　از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

ہر کسی کو دور ماند از اصل خویش　　　　　باز جوید روزگار وصل خویش

☆

جسم خاکی از عشق بر افلاک شد　　　　　کوہ در رقص آمد و چالاک شد

میر ویسی بھی اسی داستان کو بیان کرتے ہیں کہ میں ایک عنقا پرندہ ہوں اور میرا مکان کوہ قاف ہے۔ میں اپنی اصل سے ملنے کا خواہش مند ہوں کیوں کہ ہر چیز اپنے اصل کی جانب رجوع کرتی ہے۔ کنج وحدت میری قرار گاہ ہے اور چند دنوں کیلئے اس دنیا میں آیا ہوں۔ دنیا میں میرے بڑے میزبان ہیں لیکن وہ میرا ہاتھ نہیں پکڑتے۔ میری کوئی مدد نہیں کرتے۔ وہ کھانا دینے کے بجائے زہر کا پیالہ دیتے ہیں۔ اسلئے میر ویسی کہتے ہیں کہ میں نے اس سب کو خیر باد کہہ دیا ہے اور اے میرے محبوب میں تیرے ساتھ جڑ جانا چاہتا ہوں۔ میں ساری چیزوں سے دور ہو کر تیری عبادت میں مشغول ہونا چاہتا ہوں۔

منکہ در اصل بودہ ام عنقا　　　　　قلہ قاف داشتم ملجا

۱۔ میں دراصل ایک عنقا جانور تھا۔ کوہ قاف (ایک پہاڑی جہاں جن و دیو رہتے ہیں) میرا ملجا (جائے پناہ) تھا۔

این زمان من باصل خویش شوم　　　　　کہ باصل است مرجع اشیا

۲۔اس زمانے میں اپنے اصل سے مل جاؤں گا کیونکہ ہر چیز کو اپنے اصل سے ہی رجوع ہوتا ہے۔ (کل شیء یرجع الا اصل)

کنج وحدت قرار گاہ من است　　　　　ز آنکہ کنج است گنج راماوا

۳۔ وحدت کا گوشہ میری قرار گاہ ہے۔ یہ وہی گوشہ ہے جو گنج یعنی خزانے سے دور یعنی ماوا ہے۔

سپنج سرا۔ عارضی چیز، مانگی ہوئی چیز، رعایتی چیز، کنایہ دنیا سے۔ ازدرھا۔ کلمار، سانپ، اژدھا۔

آمده بر طریق مهمانی   پنج روزی برین سپنج سرا

۴۔ میں بحیثیت مہمان اس پنج روزہ زندگی کے ساتھ اس فانی اور عارضی دنیا میں آیا ہوں۔

میزبانان دهر را دیدم   هر یکی خود بسان اژدرها

۵۔ میں نے اس زمانے کے میزبانوں کو دیکھا ہے جن میں ہر کوئی ایک اژدرھا (سانپ) بن چکا ہے۔

نوش ندهند غیر نیش بکس   بی سم ذل نوالهء حلوا

۶۔ کسی کو بغیر کسی زخم اور تکلیف کے کوئی پیا نہیں دیتا۔ بغیر زہر دئے کمتر (ادنیٰ) حلوا کا نوالہ (لقمہ) بھی نہیں دیتے۔

چون بدیدم براه معنی نیست   بادل خسته گفتم ای شیدا

۷۔ جب میں نے دیکھا کہ اس کا کوئی معنی و مطلب نہیں ہے تو میں نے اپنے خستہ دلّی سے کہا کہ اے دیوانے۔

که آب حیوان کس نازم نوش   گر بمیرم برنج استقا

۸۔ میں کسی کو آب حیات نہیں پلاتا ہوں اگرچہ میں خود بھوک سے مر بھی جاؤں۔ (استقاء۔ پیاساپن)

گنج مقصود کاینات منم   بر درت گرفتاده ام چو گدا

۹۔ کائنات کے خزانے کا مقصد صرف اور صرف میں ہوں بھلے ہی میں آپ کے دروازے پر ایک مفلس کی طرح پڑا ہوا ہوں۔

با توام اتحاد روحانیست   کی بدیدی مرا ازخویش جدا

۱۰۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارے ساتھ میرا اتحاد روحانیت کی وجہ سے ہے۔ آپ نے مجھے کیونکر اپنے آپ سے جدا کر دیا۔

خیر بادی بگفتم و رفتم   گر کند بخت یاوری بخدا

۱۱۔ میری قسمت میری مدد کرے گی تب ہی میں اس دنیا کو خیر باد کہوں گا۔ اور پھر چلا جاؤں گا۔

کرده ام عهد و بسته ام پیمان   که بتوفیق ایزد دانا

۱۲۔ میں نے وعدہ کر دیا اور اپنا عہد و پیمان باندھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔

بعد ازین ویس ترک گفت و شنود   کنج و کوه عبادت معبود

۱۳۔ میں گفتگو کو ترک کروں گا اور پہاڑوں کے گوشوں کو عبادت کیلئے چنوں گا۔

تیسرے ترجیع بند میں میر ویسی کشمیر کے لوگوں کی خصلتوں پر بات کرتے ہیں۔ اس بند کو پڑھنے سے حمید اللہ شاہ آبادی کا 'بے بوج نامہ' یاد آتا ہے۔ جس طرح حمید اللہ نے بے بوج نامہ میں کشمیر کے لوگوں کی خصلتیں جو مسلسل غلامی میں رہنے کی وجہ سے تغیر و تبدل ہو چکی ہیں کی صراحت سے بات کرتے ہیں۔ حمید اللہ شاہ آباد کے لوگوں کی خصلتوں کا بیان ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

بدتر ز ہزار دشمن یک یار شاہ آبادی   فتنہ است و دغا بازی کردار شاہ آبادی

از نقد ستم سازی وز جنس دغا بازی   دیدیم بہر سو پُر بازار شاہ آبادی

ہم مال بردو ہم جان ہم دین و ہم ایمان   بدتر ز شیاطین است دیدار شاہ آبادی ۲۲

گریست نامہ بھی ایسے ہی خصایل کا بیان کرتا ہے اور غلامی میں رہنے سے کس طرح سماج کے لوگ بے کردار بن جاتے ہیں۔ موقعہ پرست اور بے رحم ہو جاتے ہیں۔ سب لوگ اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کیلئے کام کرتے رہتے ہیں۔ اجتماعی اور سماج کے مسایل عمومی طور پر نظر انداز کئے جاتے ہیں۔ سماج اجتماعی طور پر فرسودہ چیزوں اور متزلزل چیزوں میں پھنس جاتا ہے۔ روایتی چیزوں میں دغابازی اور دھوکہ دہی داخل ہو جاتی ہے۔ مذہب اور دین کو تقسیم کر کے نفسانی خواہشات پورا کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسی ہی باتوں کا اظہار محمد امین منطقی نے اپنے ترجیع بند میں کیا ہے حالانکہ زین العابدین کا زمانہ کشمیر کی تاریخ میں ترقی کا دور تصور کیا جاتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس بیان کی گئی ہے۔

آزمودم جہان و اہل جہان   ہر چہ ہستند آشکار و نہان

ہمہ در بند خویشتن مشغول   ہمہ در کار خویشتن حیران

نَی ترحم بحال غم زدہ   نَی تکلم بہ لطف یا احسان

جملہ در قصد خون یک دگرند   اوفتادہ چو موش در انبان

کار شان نَی بغیر کذابی   بار شان نَی بخلق جز بہتان

در میان شان ہر آنکہ کہتر تر   سرور عصر و اعظم دوران

نکنند التفات رنجوری   ور دم عیسوی بود دم شان

ہر کرا گرمی زسر نبینند   بر قدومش کنند سر قربان

گر بود گاو سامری اورا می بدانند موسیٰ عمران

کس نگوید این خران تا کی جان دهند از برای یک لب نان

چون نہ بینند آشنای درش ہمچو سگ می برانند ش دربان

روشنم گفت چون حقیقت حال از دل وجان بگو بجان جہان

بعد ازین ویس ترک گفت و شنود کنج وکوه وعبادت معبود

۱۔ میں نے دنیا اور اہل دنیا کا آزمایا ہے۔ چاہے وہ دنیا میں ظاہراً ہوں یعنی اپنے کردار کو عمومی طور پر ظاہر کرتے ہیں یا چھپا کے رکھتے ہیں۔

۲۔ سارے کے سارے لوگ اپنے ہی بندوں میں یعنی رشتوں میں بندھے ہوئے مشغول ہیں۔ اور سب کے سب اپنے ہی کاموں میں حیران ہیں۔

۳۔ غمزدوں کے حال پر کوئی رحم نہیں اور ناہی کسی کی مہربانی یا احسان پر کوئی کلام کرتے ہیں یعنی ناشکرے ہیں۔لاخیر ہونے کی علامتیں ہیں۔

۴۔ سب کے سب ایک دوسرے کے خون کے در پے ہیں۔ توشہ دان میں جیسے چوہے پڑے ہوئے ہیں۔

۵۔ ان کا کام سوائے کذابی یعنی جھوٹ بولنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ان کا کام سوائے لوگوں پر بہتان باندھنے کے کچھ نہیں ہے۔

۶۔ کہتر یعنی کم رتبے کا، کم درجے کا جو بھی ہے ان میں سے درحقیقت وہی زمانے کا سردار ہے اور زمانے کا عظیم شخص ہے۔

۷۔ وہ کسی کی تکلیف اور رنج کی طرف التفات نہیں کرتے بھلے ہی کیوں نہ وہ دم عیسوی کا دعوا کرتے ہیں یعنی اپنی طاقت کا اظہار کرتے ہیں۔

۸۔ جب کسی شخص کو دماغ میں گرمی نہیں دیکھتے ہیں تو فوراً اس کے قدموں پر اپنے سر کو قربان کر دیتے ہیں۔

۹۔ اگر انکے سامنے سامری جادوگر کی گائے ہوگی تو وہ اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عمران علیہ السلام تصور کرتے ہیں۔

۱۰۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ گدھے کب تک اپنی جان کو ایک لحمہ کی روٹی کیلئے دیں گے۔

۱۱۔ جبکہ وہ اس اللہ کے دربار سے آشنا نہیں ہیں کتوں کی طرح انکے دربار میں ہانکتے ہیں۔

۱۲۔ میں نے حقیقت حال روشن طریقے سے بیان کی ہے۔ تم یہ حقیقت اپنی جان کو اور اپنے جہان کو دل وجان سے بتادو۔

۱۳۔ اسکے بعد اویس منطقی اپنے گفت وشنید کو ترک کر دیتا ہے۔ میں پہاڑوں کے گوشوں اور کمرے کے کونوں کو اپنے معبود کی عبادت کیلئے چنتا ہوں۔

(خصومت: جگڑا، دشمنی، عداوت، کینہ)

الغرض ہم محمد امین منطقی کے کلام کا مطالعہ کرنے سے یہ بات محسوس کرتے ہیں کہ کشمیر میں رہ کر انہیں جداگانہ تجربات حاصل ہوئے۔ وہ تنہا اور خدا کی طرف یکسوئی کے ساتھ عبادت گزاری میں مشغول رہے اور کشمیری روایت اور دینی احکامات کا انہیں گہرا ادراک ہوا اور طنزیہ انداز میں سماجی تنقید کو اپنا منصب بنا کر اصلاح کا کام کیا اور بہتر معاشرے کے خواہش مند رہے۔

کتابیات

۱۔ خوارق السالکین ص ۱۸۸

۲۔ واقعات کشمیر ص ۱۹۷ از اعظم دید مری وغیرہ چھاپ اسلامک ریسرچ سینٹر سرینگر سال ۱۹۹۸ء

۳۔ سلطان سکندر جن کو بت شکن کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۳۸۹ عیسوی میں سلطنت پر براجمان ہوئے اور ۱۴۱۳ء تک کشمیر کی خدمت کرتے رہے۔ انکے وفات کے بعد سلطان زین العابدین جو کہ انکے فرزند تھے تخت سلطنت پر بیٹھ گئے۔ سلطان سکندر ۱۳۶۴ میں کشتواڑ میں پیدا ہوئے۔ آپ سلطان شہاب الدین کے بیٹے تھے جنہوں نے آپ کو ملیٹری اور انتظامی امورات کی تعلیمات سے روشناس کیا تھا۔ سلطان سکندر نے اپنے عہد حکومت میں ہمسایہ ممالک کے ساتھ بہترین تعلقات قایم کئے۔ چونکہ کشمیر کئی مذاہب کا سنگم رہا ہے اسکے دور میں بھی بین مذاہب فتنے پیدا ہوئے جس کی وجہ سے آپ کو قانون نافذ کرنے کی بارہا ضرورت پڑی۔ مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے سلطان سکندر کے دور میں کئی اصلاحات کی گئیں۔ ادیبوں کی خاص سرپرستی کی گئی۔

۴۔ واقعات کشمیر ص ۱۹۷ از اعظم دید مری

۵۔ تاریخ کبیر ص ۵۸

۶۔ تاریخ کبیر ص ۵۸

۷۔ تاریخ حسن جلد سوم ص ۳۱

۸۔ تاریخ حسن میں درج ہے کہ زین العابدین نے انہیں کشمیر لایا جبکہ تاریخ کبیر میں درج ہے کہ چوری چھپے دوبارہ کشمیر آئے اور یہاں سکونت اختیار کی۔ یہاں تاریخ حسن کا بیانیہ صحیح لگتا ہے کیوں کہ واپس آنے کے بعد بچے کو گود دیا تھا اور ایسا تب ہی ممکن تھا جب معاملات استوار ہوں۔

۹۔ تاریخ حسن ص ۳۲ خوارق السالکین ص ۱۸۷۔

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ تاریخ حسن جلد سوم ص ۳۴۔

۱۲۔ حاجی بابا ادھم حضرت شیخ العالمؒ کے معاصر تھے۔ میرواری کے شاہی قلعہ کے باہر دفن ہیں۔

۱۳۔ تاریخ حسن جلد سوم ص ۳۴۔

۱۴۔ اس بات کی تصدیق عبد القادر سروری بھی کرتے ہیں۔ ص ۴۵

۱۵۔ ہلال نقشبندیؒ کی وفات ۱۴ ربیع الاول ۸۶۱ھ میں ہوئی۔ مانسر کے ساحل پر موضع نسبل میں مدفون ہیں۔ پندرھویں صفر المظفر آپ کا عرس ہوتا ہے۔

۱۶۔ تاریخ حسن جلد سوم از حسن شاہ کھویہامی ص ۳۵۔

۱۷۔ کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ از عبد القار سروری ص ۴۵۔

۱۸۔ تاریخ کبیر ص ۶۱ خوارق السالکین ص ۹۸۱۔

۱۹۔ تاریخ حسن جلد سوم ص ۳۸۔

۲۰۔ دیوان حافظ ترجمہ از مولانا قاضی سجاد حسین ص ۳۱۸ سب رنگ کتاب گھر دہلی۔

۲۱۔ ایضاً ص ۱۵۰

۲۲۔ بے بوج نامہ ترجمہ راقم ناشر شیخ عثمان اینڈ سنز سرینگر۔ ص ۴۵.